داستان

سوال داستان کسے کہتے ہیں؟

جواب - دنیا میں قصے کہانیوں کا رواج کافی پرانا ہے - عربی زبان میں مصر و بابل کی کہانیاں اور سنسکرت زبان میں مہابھارت ، راماین کے علاوہ گوتم بدھ سے متعلق کچھ کہانیاں ملتی ہیں جن میں پنچ تنتر کو دنیا کی ابتدائی کہانیوں کا فخر حاصل ہے

ہندوستان میں ہندی اور اردو کی پہلی کہانی "رانی کیتکی" کو مانا جاتا ہے اس کے بعد جو کہانیاں لکھی گئیں وہ پوری طرح عربی ، فارسی اور سنسکرت سے متاثر تھیں جنھوں نے کہانیوں سے ہٹ کر داستان اور طویل داستانوں کی نئی شکل اختیار کر لی اس طرح قصوں اور داستانوں کا دور عام ہو گیا - پھر تو بادشاہوں ، راجاؤں اور نوابوں کے درباروں میں باقاعدہ قصہ سنانے والے ملازم رکھے جاتے تھے

داستان عام طور پر ایسے طویل اور مسلسل بیان کئے

جانے والے قصّے کو کہتے ہیں جس میں واقعات کو ایسے

انداز میں پیش کیا گیا ہو کہ پڑھنے والے کی دلچسپی برقرار

رہے اور وہ ہر وقت یہی سوچتا رہے کہ اب آگے کیا ہوگا

داستان میں تمام واقعات کے علاوہ بزرگوں

کے کارنامے - ہمت - بہادری کے قصّے بیان کئے جاتے

ہیں - ان کے ساتھ ہی فرضی کرداروں مثلاً جن پری

دیو - بھوت اور جادو وغیرہ کے قصّے ہوتے ہیں -

ان قصوں میں حسن و عشق کی دلچسپ

باتیں - شہزادوں اور پریوں کی ملاقاتیں - عشق و محبت

کی کشمکش کے علاوہ حیرت انگیز اور چونکا دینے والے

طویل قصّے تحریر کئے گئے ہیں -

ان داستانوں میں ایسے قصّے ملتے ہیں جو

پڑھنے والے کو دنیا کی تمام الجھنوں اور پریشانیوں
اور فکروں سے کچھ دیر کے لئے دور کر کے نئی دنیا میں لے جاکر
ان کو خوشی اور سکون کا سامان فراہم کرتا ہے۔
لیکن آج کے سائنس اور ٹیکنالوجی کے اس
مصروف دور میں داستانوں کا وجود باقی نہ رہ سکا اور
وہ تاریخ کا ایک حصہ بن کر رہ گئیں۔ لیکن مبارکباد کے
حق دار کے حق دار ہیں وہ لوگ جنھوں نے اس ترقی کے
دور میں پرانی داستانوں کو کھوج کر نکالا اور ان پر
ٹی۔وی سیریل بنا کر آج کی اردو داستانوں سے ناواقف
نئی نسل کی ان سے پہچان کرائی اور یہ داستانیں ٹی۔وی
کے ذریعے مقبولیت حاصل کر رہی ہیں۔ علی بابا چالیس
چور۔ سندھ باد جہازی۔ الف لیلیٰ ان میں سے
کچھ ہیں

میر امّن دہلوی

میر امّن کا نام میر امان تھا اور امّن تخلص کرتے تھے
مغل بادشاہوں کے دور میں میر امّن کے باپ دادا
کا شمار دہلی کے ممتاز لوگوں میں ہوتا تھا۔ لیکن احمد
شاہ ابدالی کے حملے کے بعد دوسرے لوگوں کی طرح میر امّن
کو بھی ملازمت کی تلاش میں وطن چھوڑنا پڑا۔ وہ پٹنہ
ہوتے ہوئے کلکتہ پہنچے یہاں ان کی ملاقات ڈاکٹر
گلکرسٹ سے ہوگئی۔ ڈاکٹر گلکرسٹ کو ہندوستانی
زبانوں میں اردو سے خاص لگاؤ تھا۔ ان کی کوششوں
سے کالج میں بہت سے اردو داں جمع ہوگئے۔ میر امّن
کو بھی اس شعبے میں ترجمے کا کام مل گیا۔ اس کام کی
بدولت ایک بہت شاندار کتاب وجود میں آئی
وہ قصہ چہار درویش کا اردو ترجمہ تھا۔ جس نے

میرامن کو شہرت کی انتہا تک پہنچا دیا۔ پھر اس
کے بعد آپ نے ایک دوسری کتاب گنج خوبی لکھی۔
لیکن جو شہرت باغ و بہار کو ملی وہ اسے نصیب نہ ہوئی۔

میرامن کا طرزِ تحریر اپنے زمانے کی اردو عبارت
سے مختلف ہے۔ انہوں نے سادہ اور بامحاورہ زبان
استعمال کی ہے اور مشکل فارسی الفاظ سے پرہیز کیا ہے
ان کی زبان جذبات کی بہتر عکاسی کرتی ہے۔
سلیس اور عام فہم تحریر کی وجہ سے زبان میں روانی ہے
میرامن نے کہیں کہیں عام بول چال کی زبان بھی استعمال کی
ہے۔ ان ہی تمام خوبیوں کی وجہ سے میرامن کو جدید
نثر کا باوا آدم کہا جاتا ہے

— x —

کرشن چندر

کرشن چندر ۱۹ نومبر 1913ء میں پیدا ہوئے
ابتدائی تعلیم کشمیر میں حاصل کی پھر لاہور سے ایم - اے
کیا - وکالت کا امتحان بھی پاس کر چکے تھے - لیکن
وکالت پسند نہ آئی ایک ہائی اسکول کے ماسٹر ہو گئے
اس ملازمت کو بھی چھوڑ دیا اور افسانے لکھنا شروع
کیا بہت جلد اس فن میں مقبول ہو گئے 1940ء میں
لاہور سے دہلی آ گئے یہاں ریڈیو اسٹیشن میں
ملازمت کر لی پھر یہاں سے بمبئی چلے گئے وہاں فلموں
کے لئے کہانیاں اور مکالمے لکھے

کرشن چندر کی حیثیت اردو افسانہ نگاری
میں بہت اہمیت رکھتی ہے - کرشن چندر نئے ادب کے
کے افسانہ نگاروں میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں

انہوں نے موجودہ دور کے ہر کردار کو اپنے افسانے کا موضوع
بنایا ہے۔ ان کے فن کی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے
کسان۔ مزدور۔ نوکر۔ چاکر اور سماج کے گرے ہوئے
کردار (طوائف) کو اپنے افسانوں میں پیش کیا ہے
کرشن چندر جیسے فنکار کے یہاں یہ کردار مظلوم کی حیثیت
~~رہے~~ سے ہیں۔ ان کی نظروں میں وہ گنہگار نہیں بلکہ
ہمدردی کی مستحق ہے

در اصل کرشن چندر نے ہمیشہ سرمایہ دارانہ
نظام کی برائیوں کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا
کرشن چندر کا خیال تھا کہ "جو ادیب
عام انسانوں کی مفلسی اور جھونپڑوں کی بد بو اور بدبو کی
زندگی کی بد صورتی سے آنکھیں نہیں ملا سکتا وہ صحیح معنوں
میں حسن سے محبت ہی نہیں کر سکتا"

classmate
Date
Page

شاید اسی لیے ان کے سیاسی اور سماجی افسانے
ان کی اعلیٰ شخصیت اور انسان دوستی کا
ثبوت ہیں۔

راجندر سنگھ بیدی

بیدی یکم ستمبر 1915ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ ان کی
ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ بیدی مقدس کتاب گیتا کے
قصوں میں زیادہ دلچسپی لیتے۔ بیدی کے والد
ان کی بیمار ماں کو کرانے پر قصوں اور کہانیوں
کی کتابیں لاکر پڑھ کر سناتے۔ ماں کے ساتھ بیدی
بھی یہ کتابیں سنا کرتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیدی
کو خود بخود کتابوں اور قصوں سے دلچسپی ہو گئی
اور قصہ لکھنے والوں سے بھی کافی واقفیت ہو گئی

classmate

Date
Page

جب ان کے چچا نے ایک پریس خریدا تو

اس کے ساتھ ہزاروں کتابیں بھی ملیں۔ بیدی نے

ان کتابوں کا پرائمری سے مڈل میں جاتے جاتے مطالعہ

کر لیا اور پھر میٹرک پاس کر کے کالج میں داخلہ لیا

طالب علمی کے زمانے میں انہیں شعر کہنے اور افسانے

لکھنے کا شوق ہوا۔ ان کی تعلیم مکمل ہونے سے

پہلے ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ بیدی کو حالات

نے ایسا مجبور کیا کہ ڈاکخانے میں ملازمت کرنا پڑی

۸-۹ سال بعد اس ملازمت کو ترک کر کے ریڈیو اسٹیشن

میں ملازمت کر لی ملک کی تقسیم میں بیدی دہلی آگئے

اور افسانے لکھنا شروع کیا۔ بیدی کے افسانے حقیقت

کے ترجمان ہونے کے سبب ہر طبقے کو ان میں اپنے دل

کی آواز سنائی دیتی ہے۔ طنز میں بھی انہیں کمال

P.T.O

حاصل ہے وہ کہیں کہیں ایسی چبھتی ہوئی بات
کہہ جاتے ہیں کہ پڑھنے والا سوچتا رہ جاتا ہے
بیدی کے افسانے اردو ادب کے
بہترین افسانے شمار کیے جاتے ہیں ۔

افسانہ دوشالہ کا خلاصہ

یہ افسانہ جیلانی بانو نے لکھا ہے جس میں انہوں نے ایک قدامت پسند بوڑھی عورت "اماں جان" کا کردار پیش کیا ہے وہ لکھتی ہیں سرور کی اماں کے سرور سے بڑے چار بھائی اور ایک بہن پہلے ہی پاکستان جا چکے تھے یہاں صرف سرور ہی اپنی والدہ اور دو بچوں کے ہمراہ اپنے بزرگوں کی حویلی کو آباد کئے تھے - ایک وہ بھی زمانہ تھا جب اس حویلی میں بڑی چہل پہل اور رونق رہا کرتی تھی مگر آج وہ بات نہیں تھی - یہی وجہ تھی کہ آج بھی اماں جان صرف اپنی پرانی یادوں کو سینے سے لگائے زندگی گزارنے پر مجبور تھیں - ان کو اپنے بزرگوں کی اس حویلی اور یہاں کی ہر چیز سے دلی لگاؤ تھا - جیسے جیسے ان کے بیٹے اور بیٹوں کی اولادیں بڑی ہوتی گئیں

ویسے ویسے اماں جان جو کبھی پورے گھر پر راج کرتی

تھیں سمٹ کر ایک بوسیدہ کوٹھری میں آگئیں۔ اور اب

یہی کوٹھری ان کی زندگی ہے اسی کوٹھری میں ان کا بچپن

بھی تھا اور جوانی بھی اور بڑھاپا بھی۔ اسی کوٹھری

میں انہوں نے وہ تمام چیزیں جمع کر رکھی ہیں جو دوسروں

کی نظر میں پھینک دینے کے قابل تھیں اسی جگہ دادا جی

مرحوم کا وہ چاندی کے کام کیا ہوا تار تاری دوشالہ بھی

رکھا ہوا تھا۔

یہ تمام چیزیں انہوں نے بڑی احتیاط

سے ایک لکڑی کے مضبوط صندوق میں بند کر کے محفوظ رکھی

تھیں اور دن رات اس صندوق پر ان کی نظر رہا کرتی

تھی۔ حالانکہ وہ دوشالہ کئی جگہ سے پھٹ گیا تھا

پھر بھی اس پیسے کئی سیر چاندی نکالی جا سکتی تھی

ایک دن اتفاق سے اماں اپنے بیمار بھتیجے کو دیکھنے
گئیں تو بہو کو موقع مل گیا اور اس نے کسی ترکیب سے وہ
دوشالہ نکال کر اس کی جگہ اپنی ایک پرانی رضائی رکھ
دی اور پھر سارا سامان جوں کا توں رکھ دیا اماں
یہ سمجھتی رہیں کہ ان کی ہر چیز اس کوٹھری میں
محفوظ ہے

ان کے پاکستان میں رہنے والے بیٹے ہمیشہ انہیں
بلاتے رہتے تھے مگر اماں جان اپنی یادوں کو چھوڑ کر
کہیں جانے کو تیار نہیں تھیں۔ لڑکے سمجھتے تھے کہ کوٹھری
میں سونے کی اینٹیں رکھی ہیں اگر اماں جان کی آنکھیں
بند ہو گئیں تو سرور کے نصیب کھل جائیں گے

آخر کار ایک دن ان کے بڑے بیٹے کا خط
آیا جس میں اس نے ان کی بڑی پوتی کی شادی میں
ضرور بلایا تھا اور یہ بات بھی لکھ دی تھی کہ اب نہ آؤ

تو پھر کبھی مت آنا اس بار اماں جان کو جانے کی تیاری
کرنا ہی پڑی انہوں نے گٹھری میں بڑا سا تالا لگایا اور
روتے ہوئے کہا کہ میں یہ گٹھری تمہارے حوالے
کر رہی ہوں ۔ وہ دوشالہ اس لیے ساتھ نہیں لے گئیں
کہ کہیں کوئی ان سے چھین نہ لے کبھی بیچ کر ان کو کچھ
دن رکنا پڑا لیکن جب جہاز پر بیٹھنے لگیں تو سرور کے
دوست نے ان کو ایک خط دیا اور انہیں پڑھ کر سنایا
جس میں سرور کے بیٹے نے لکھا تھا کہ میں نے اور بہن نے
پورا کمرہ چھان مارا مگر ہم کو وہ دوشالہ کہیں نہیں ملا
خط سن کر اماں جان کا منہ کھلا رہ گیا ۔ وہ دوشالہ
کی تلاش میں بہت دور جا چکی تھیں جہاں سے کوئی
واپس نہیں آتا ۔

افسانہ کفن کا خلاصہ

رات کا وقت ہے باپ گھیسو اور بیٹا مادھو دونوں الاؤ
جلا کر اپنے ہاتھ تاپ رہے ہیں - پاس ہی خستہ جھونپڑی
میں مادھو کی بیوی ہے جس کو بچہ ہونے والا ہے اس لیے
وہ درد کی تکلیف سے بری طرح چیخ رہی ہے - لیکن
دونوں بالکل بے حس بنے اس کی چیخیں سن رہے ہیں
تھوڑی دیر بعد باپ بیٹے سے کہتا ہے کہ ذرا اندر جا کر دیکھ
آئے کہ بہو کا کیا حال ہے لیکن مادھو یہ کہہ کر انکار کر دیتا
ہے کہ مجھ سے اس کی حالت دیکھی نہیں جائے گی - پھر گھیسو
اپنے بیٹے سے کہتا ہے کہ اگر بچہ ہو گیا تو کیا ہوگا - نہ تو گھر
میں گڑھ ہے نہ سونٹھ اور نہ اجوائن پھر خود ہی جواب دیتا
ہے کہ سب ٹھیک ہو جائے گا پہلے بچہ تو ہو جائے اسی طرح
باتیں کرتے کرتے دونوں سو جاتے ہیں اور صبح اٹھ کر مادھو

کمرے میں دیکھتا ہے تو اس کی بیوی مری پڑی تھی

دونوں باپ بیٹے یہ حالت دیکھ کر زور زور سے رونا چلانا شروع کر دیتے ہیں ۔ ان کی آواز سن کر پاس پڑوس کے لوگ جمع ہو جاتے ہیں ۔ اب مادھو کو یہ فکر لگی تھی کہ اب بیوی کے کفن کا انتظام کیسے ہوگا ۔ لیکن گھیسو بیٹے کو تسلی دیتا ہے کہ فکر مت کر سب ٹھیک ہو جائے گا

اب وہ سیدھا زمیندار کے گھر جا کر خوب رو رو کر اپنا دکھڑا سناتا ہے تو زمیندار ترس کھا کر اس کو دو روپئے دے دیتا ہے اس کے گاؤں کے دوسرے لوگ بنیئے ۔ مہاجن بھی اس کو کچھ نہ کچھ دیتے ہیں اس طرح ان کے پاس ساڑھے پانچ روپئے اکھٹے ہو جاتے ہیں ۔ یہ دونوں بازار کفن خریدنے جاتے ہیں ۔ لیکن راستے میں شراب کی دوکان دیکھ کر دونوں کی نیت بدل جاتی ہے

اور وہ کفن کے بجائے شراب خرید کر پینے لگتے ہیں - گھیسو کہتا
ہے - آخر بہو کو کفن کی کیا ضرورت ہے وہ بھی بہو کے ساتھ
جل جائے گا - زمانے کی یہ رسم کتنی خراب ہے کہ لوگ مرنے والے
کو کفن دیتے ہیں پھر وہ مادھو کو پیسے دیتے ہوئے کہتا ہے کہ
جا جاکر پوڑی - گوشت اور کلیجی لے آ مادھو جاکر سب چیزیں
لے آتا ہے دونوں خوب پیٹ بھر کر مزے سے کھاتے ہیں اور
شراب کے نشے میں بہکتے ہوئے کہتے ہیں کہ مرنے والی بڑی
بھاگوان نکلی جو ہماری آتما کو پرسن کر گئی - اس لئے اسے
پُن یعنی ثواب ہوگا - تھوڑی دیر بعد مادھو پھر کفن کے بارے
میں کہتا تو گھیسو پھر اس کو یقین دلاتا ہے کہ تو فکر مت کر سب
انتظام ہو جائے گا مادھو کے یہ پوچھنے پر کہ کیسے انتظام ہو جائے
گا پیسے تو ہم نے سب خرچ کر ڈالے - گھیسو نے جواب دیا
کہ وہی لوگ پھر دیں گے جنھوں نے ابھی دیئے تھے

اور یہ خرچ ہو جائیں گے تو تیسری بار بھی یہی لوگ کفن

کا انتظام کریں گے فرق صرف یہ ہوگا پیسے ہمارے ہاتھ

میں نہیں آئیں گے اور کفن کا بندوبست ہو جائے گا

حکمت کرو غرض یہ کہ لاش گھر میں پڑی رہتی ہے اور

دونوں باپ بیٹے شراب کے نشے میں بدمست۔ شراب

کی دوکان کے سامنے ناچتے، گاتے اچھلتے کودتے

رہتے ہیں اور آخر کار وہیں گر کر بے ہوش ہو جاتے

ہیں

Date
Page

ڈرامہ

سوال - ڈرامہ کسے کہتے ہیں

جواب - ڈرامہ یونانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں "کرنا" ادب میں یہ ایسی صنف ہے جس میں کرداروں مکالموں اور مناظر کے ذریعے کسی کہانی کو پیش کیا جاتا ہے داستان - ناول اور افسانے کے ساتھ ساتھ کردار ان کی بول چال اور زندگی کے مناظر بھی دیکھنے والوں کے سامنے آجاتے ہیں - کرداروں کے ذہنی اور جذباتی کشمکش کو مکالمے اور آواز کے اتار چڑھاؤ کے ذریعے پیش کیا جاتا ہے - ڈرامہ بنیادی طور پر اسٹیج کی چیز ہے - لیکن ایسے بھی ڈرامے لکھے گئے اور لکھے جاتے ہیں جو صرف سننے اور پڑھنے کے لئے جاتے ہیں لکھے جاتے ہیں - ریڈیو کی وجہ سے ڈراموں کی مقبولیت میں اضافہ ہوا ہے - آج کل ٹی - وی پر جس قسم کے پروگرام

پیش کیے جاتے ہیں ان کا تعلق کسی نہ کسی طرح
ڈرامہ سے ہے۔
ڈرامہ کی تاریخ انسان سے وابستہ ہے۔ نقل و حرکت
انسانی فطرت ہے وہ وحشیانہ زندگی ہو یا موجودہ
جدید ترین تمدن ہر زمانے میں انسانی نقل و حرکت
یا ڈرامہ سے اس کا تعلق رہا ہے یہی وجہ ہے کہ ہر
ادب اور ہر زبان میں ڈرامے لکھے گئے

حبیب تنویر

حبیب تنویر 1923 کو رائے گڑھ مدھیہ پردیش میں پیدا ہوئے۔ ان کا اصل نام حبیب احمد خاں تھا مگر انہوں نے ہمیشہ حبیب تنویر لکھا۔ ان کے والد حافظ محمد حیات خاں پشاور سے مدھیہ پردیش آئے تھے اور پھر یہیں رہنے لگے حبیب تنویر نے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ پھر میونسپل ہائی اسکول سے میٹرک پاس کیا پھر ناگپور سے ایک کالج سے بی۔ اے کیا۔ ایم۔ اے کرنے علیگڑھ گئے مگر تعلیم ادھوری چھوڑ کر بمبئی کا رخ کیا۔ بمبئی میں آل انڈیا ریڈیو میں پروڈیوسر رہے۔ فلموں میں مکالمے لکھے۔ اس کے علاوہ انہوں نے بمبئی میں گیت نگاری ترجمہ نگاری۔ اداکاری یہاں تک کہ شاعری بھی کی بیسوی صدی میں جن لوگوں نے ڈرامہ کو ترقی

دی اور اسے ایک فن کی طرح عزت دلائی اور خود

بھی اس کی وجہ سے عزت پائی ان میں سب سے

زیادہ اہم نام حبیب تنویر کا ہے۔ انہوں نے پوری

زندگی خود کو ڈرامے کے لئے وقف رکھا اور ہندی

اردو اور چھتیس گڑھی زبانوں میں کئی ڈرامے لکھے اور

کئی دوسروں کے لکھے ڈرامے اسٹیج کئے

1954 میں انہوں نے اپنا مشہور ڈرامہ

"آگرہ بازار لکھا" اس ڈرامے میں مشہور عوامی شاعر

نظیر اکبرآبادی کی شخصیت اور شاعری کو پیش کیا گیا ہے

حبیب تنویر کے ڈرامے عوامی انداز کے ہوتے ہیں

ان کے کردار بھی عام ہوتے ہیں وہ زبان و بیان کا اپنے ڈراموں

میں بڑا لحاظ رکھتے ہیں۔ کرداروں کی زبان کیسی ہونی چاہیئے

اس کا پورا خیال رکھتے ہیں۔ اور یہی ان کے ڈراموں کی

مقبولیت کا راز ہے

افسانہ

سوال ۔ ڈرامے کی تعریف لکھیے اور اس کے اجزائے ترکیبی بتائیے ۔

جواب افسانہ نثر کی اس قسم کو کہتے ہیں جس میں زندگی کی بے شمار حقیقتوں اور مسائل میں سے کچھ یا پھر ان میں سے کسی ایک مسئلے کو قصہ کی طرح بیان کیا جائے

ناول میں طوالت اور وضاحت سے کام لیا جاتا ہے
جبکہ افسانے میں زندگی کے کسی خاص پہلو کی تصویر کو کسی مقصد کے لئے پیش کیا جاتا ہے ۔ افسانے کا آغاز اور اختتام خاص اہمیت افسانے کے اجزائے ترکیبی اس طرح ہیں

(۱) قصہ

(۲) کردار

(۳) ماحول

(۴) مکالمے یا ڈائیلاگ

اردو ادب میں افسانے کا آغاز دراصل انگریزی ادب کے اثر سے ہوا - اس سے پہلے اردو میں لمبی لمبی کہانیوں کا رواج تھا - افسانہ دراصل کہانی کی ہی ترقی یافتہ شکل ہے - دراصل سائنس کی تیز رفتار ترقی نے انسان کو بہت زیادہ مصروف بنا دیا ہے - جس کی وجہ سے لوگوں کے پاس ناول پڑھنے کے لئے وقت نکالنا مشکل ہو گیا ہے اس وجہ سے اردو میں افسانے اور وہ بھی مختصر افسانے لکھے گئے -